© rasailojaraid.com

Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 37, Sr.No.103, 2016 pp 135 - 144

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۷، اپریل۔جون ۲۰۱۶ء، شمارہ ۱۰۳

”دریا“ اور روہی کا معاشرتی نظام

عبدالواحد☆

Abstract:

Asghar Nadeem Syed's **"Darya"** is a well-known drama serial. It got fame on both national and international level. In Saraiki, the distinct area of **"Cholistan"** Bahawalpur state is called "Rohi". The magnates (Nawabs) ruled over Bahawalpur. The river **"Hakra"** flowes in this region. Due to desiccation of Hakra, this area **"Rohi"** turned into desert. In his drama "Darya" Asghar Nadeem has depicted cultural, social, political and economical life of Rohi's inhabitants with theirs problems. Inhabitants of Rohi yearn for even one drop of water. People died sometime due to non-availability of water and medical treatment. The inhabitants are exploited by getting nominal wages for embroidery work. The belief of Rohi's inhabitants on credulousnesses, whimsical, amulet, discipleship of saint and so-called adoration of saints are also included with entire aspects/angles in "Darya". Dispossessions and sufferings of Rohi's inhabitants have been presented by reference to Khawaja Ghulam Fareed's kafees.

”دریا“ اصغر ندیم سیّد کا پہلا طبع زاد ڈرامہ سیریل ہے جو پاکستان ٹیلی ویژن لاہور سینٹر سے پندرہ قسطوں میں اکتوبر ۱۹۸۶ء تا جنوری ۱۹۸۷ء دکھایا گیا۔ کتابی شکل میں یہ ڈرامہ تیرہ اقساط پر مشتمل ہے۔ ۱۹۹۱ء

☆ لیکچرار شعبۂ اُردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج خان پور، ضلع رحیم یار خان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سنگ میل پبلی کیشنز نے اسے شائع کیا۔ ۲۰۶ صفحات پر محیط اِس کتاب کا انتساب اصغر ندیم سیّد نے ''اپنی امّاں کے نام'' کیا ہے۔

ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ''دریا'' نے کئی حوالوں سے شہرت پائی۔ ایک تو ''دریا'' کا موضوع نازک معاملے سے متعلق تھا۔ ایک نکاح کے اوپر دوسرا نکاح، جو کئی مسائل پیدا کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ دو فن کار جو حقیقی زندگی میں میاں بیوی ہیں۔ ڈرامے میں طلاق دیتے ہیں۔ جس سے اسلامی دنیا میں فتوؤں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ تیسرا یہ پہلی بار حقیقی لوکیشن پر فلمایا گیا۔ چوتھا چولستان کی زندگی کو ڈرامے کے ذریعے ٹی وی پر پیش کیا گیا۔

ریاست بہاول پور کے خاص ریگستانی علاقے ''چولستان'' کو سرائیکی میں ''روہی'' کہتے ہیں۔ یہ علاقہ تقریباً ۱۲ ہزار مربع میل تک پھیلا ہوا ہے۔ 'روہی' کی تہذیب موہنجوداڑو اور ہڑپہ کی تہذیبوں سے بھی پرانی ہیں۔ یہاں بڑے بڑے نواب حکمران تھے جنہوں نے قلعے تعمیر کرائے۔ اِس علاقہ میں تیس قلعوں میں سے اٹھائیس قلعوں کے نشانات ختم ہو چکے ہیں جب کہ دو قلعے فورٹ عباس اور قلعہ ڈراور کے نام سے اب بھی موجود ہیں۔ ریاست بہاول پور کا باقاعدہ قیام ۱۷۲۷ء میں عمل میں آیا اور اِس کے پہلے حکمران امیر صادق محمد خان اوّل قرار پائے۔ اِن کا دورِ حکومت اٹھارہ سال یعنی ۱۷۴۵ء تک رہا۔ امیر صادق محمد خان کے بعد اِن کے صاحب زادے امیر محمد بہاول خان تخت نشین ہوئے۔ انہوں نے ۱۷۴۸ء میں دریائے ستلج سے دو میل دور جنوب کی جانب بستی ''رانجھے خان'' کو اپنے نام کی مناسبت سے بہاول پور کا نام دے کر نیا شہر آباد کیا۔ ریاست بہاول پور کا قیام ۱۷۲۷ء تا ۱۹۵۵ء تقریباً ۲۲۸ سال رہا۔ ۱۹۵۵ء میں ریاست، مغربی پاکستان میں مدغم ہوئی۔ تاہم ۱۹۷۰ء میں اِس کو صوبہ پنجاب کا ڈویژن قرار دے دیا گیا۔

روہی کی تہذیب کو مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا رہا۔ دریائے سرسوتی کی تہذیب، گھاگھرہ کی تہذیب اور ہاکڑا کی تہذیب، یہ ایک ہی دریا کے مختلف نام ہیں۔ دریائے ہاکڑا کے خشک ہو جانے سے یہ علاقہ صحرا میں تبدیل ہو گیا۔ جہاں اب ٹیلے اور جھاڑیاں ہیں۔ اصل میں روہی المیہ ہے کیوں کہ وہ روہی جو کبھی سرسبز و شاداب وادی تھی۔ جہاں کبھی دریا کی حکمرانی تھی اب وہاں ریت کے ٹیلے اور جھاڑیاں ہیں۔ روہی کے لوگ پانی کی ایک بوند کو ترستے ہیں۔ انسانوں اور جانوروں کے لیے صرف بارش ہونے کے بعد جو پانی 'ٹوبھے' میں جمع ہو جاتا ہے اُس پر گزارہ کیا جاتا ہے۔ جب 'ٹوبھے' میں پانی ختم ہو جائے تو لوگ پانی کی تلاش میں بھٹکتے رہتے ہیں اور اللہ سے رو رو کر بارش کی دُعا کرتے ہیں تاکہ روہی میں زندگی کے آثار پھر سے نظر آئیں۔

اصغر ندیم سیّد نے ''دریا'' میں روہی کی تہذیبی، سماجی، سیاسی اور معاشی زندگی کو اِس کی تمام تر تلخیوں اور مسائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بقول اصغر ندیم سیّد:

> ''ہمارا ڈرامہ انسانی زندگی کے تضادات اور سماجی تنازعات کو پورے ثقافتی، معاشرتی اور سیاسی شعور سے پیش کرنے میں مخلص ہے۔ ہمارا ڈرامہ فکری سطح کے ساتھ ساتھ ثقافتی سطح پر بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زندگی کی مختلف پرتوں کو سامنے لاتا ہے۔ اِس کی ایک مثال ڈرامہ سیریل ''دریا'' ہے۔ یہ ڈرامہ پاکستان کی ایک قدیم تہذیب سے متعلق ہے جو بہاول پور کے نزدیک صحرائے چولستان میں پروان چڑھی اور اپنی روائتی شکل میں آج بھی موجود ہے۔۔۔۔۔۔''دریا'' کے ذریعے کہانی میں کرداروں کی کش مکش کے ساتھ ساتھ چولستان کی رسوم روایات اور اِن کی موجودہ زندگی کو منعکس کیا گیا۔'' ۱

شاہ مرید اور شادو کے درمیان ہونے والی گفتگو روہی کے لوگوں کی محرومیوں اور دُکھوں کا پتہ دیتی ہے کہ اُنہیں پانی کے لیے کتنے جتن کرنے پڑتے ہیں:

''شاہ مرید: روہی کو ملنے آیاں ہوں۔ تسی روہی کو۔

شادو: ہاروہی تسی ہے۔ بارش کوئی نہیں ہوئی۔

شاہ مرید: تمہارا گھڑا خالی ہے۔

شادو: سب کے گھڑے خالی ہیں۔ میری ما بیمار ہے۔ میں گارے میں سے چکا پانی کا لینے آئی ہوں۔'' ۲

روہی میں زندگی بڑی کرب ناک ہے۔ بنیادی ضرورتوں سے محروم یہاں کے لوگوں کی محرومیوں اور دُکھوں کو زبان دی گئی ہے۔'دریا' کا سب سے بڑا موضوع پانی کی عدم موجودگی ہے۔ روہی کے لوگ رو رو کر اللہ سے بارش مانگتے ہیں۔ بخشو، بڈھن اور شرماں کے مکالمے دیکھیے جس میں وہ اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے دعا گو ہیں:

''بخشو: اللہ سائیں۔ رحم کر۔ آپڑیں جناب وچوں بارش بھیج غناہوں کی معافی دے۔

بڈھن: (تسبیح پھیرتے ہوئے) اللہ سائیں رحمت وسا خواجہ سائیں کی روہی پر۔

شرماں: (ہاتھ باندھ کر اوپر اُٹھا کر) اِن ہتھاں جوڑیاں کو دیکھ۔ ہمارے خالی برتن بھر دے۔ ٹوبھے تارمتار کردے۔

بخشو: اللہ ساڈی مشکل آسان کر۔'' ۳

بارش ہو جانے پر تو روہی شاداب ہو جاتی ہے اور اِس کی بہار قابلِ دید ہوتی ہے۔ لیکن جب بارش نہیں ہوتی اور ٹوبھے خشک ہو جاتے ہیں تو پھر غربت وافلاس کے مارے یہ لوگ پانی کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں اور میلوں دُور سے پانی لاتے ہیں۔ پانی کے ختم ہوتے ہی لوگ اُداس ہو جاتے ہیں اس حالت میں اگر کوئی انہیں بتائے کہ دس پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر کسی ٹوبھے میں ابھی بھی پانی موجود ہے تو اِن کی خوشی کی انتہا نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہتی۔ اتنی مشکلات کے باوجود یہ لوگ روہی کو نہیں چھوڑتے اِس سے وفا کرتے ہیں۔ کیوں کہ روہی کے باسیوں میں وفا پائی جاتی ہے۔ اِس بات کی گواہی خود سانول دیتا ہے:

''ہم لوگ ہزاروں سال سے اِس ریت سے یاری نبھا رہے ہیں جو کبھی کبھی ایک گھٹ پانی کا بھی نہیں دے سکتی۔ تم تو پھر آدم زاد ہو۔'' ۴

روہی میں زندگی گزارنا بہت مشکل ہے۔ روہی کی زمین سے کئی ایسے واقعات جڑے ہیں جو لوگوں کو پیش آئے پانی نہ ملنے سے کئی لوگ دم توڑ گئے۔ اصغر ندیم سیّد نے لفظ ''دریا'' علامت کے طور پر استعمال کیا ہے۔ 'دریا' کی وجہ سے روہی میں زندگی تھی۔ لیکن اِس کے راستہ بدلنے سے روہی کی سماجی وتہذیبی زندگی متاثر ہوئی۔ یہ شاداب علاقہ صحرا میں تبدیل ہو گیا۔ روہی کے لوگ جب پانی کی تلاش میں نکلتے ہیں تو انہیں پانی تو کہیں نظر نہیں آتا البتہ ریت پر بہتا ہوا سراب نظر آتا ہے۔ بھاگی اور سانول کے یہ مکالمے اِس کیفیت کو بیان کرتے ہیں:

''بھاگی: مگر مجھے تو دریا نظر آ رہا ہے۔

سانول: سراب ہے، سراب ہے۔

بھاگی: نہیں دریا ہے۔ ہکڑہ دریا جی اُٹھا ہے۔ دریا ہماری طرف آ رہا ہے۔'' ۵

روہی میں لوگ ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں۔ اصغر ندیم سیّد نے روہی کے اِس معاشرتی نظام کو بیان کیا ہے۔ یہ لوگ درباروں پر جا کر منوتیاں دیتے ہیں۔ غلامو، شرماں اور شادو کے اِن مکالموں میں اِس کی جھلک نظر آتی ہے:

''غلامو: اڑی شرماں تھگو پیر کے پاس منوتی جو مانی تھی۔

شرماں: ہاں یاد ہے۔ تھگو پیر پہ جا کر منوتی دوں گی۔

شادو: ہاں ماسی میں نے بھی تھگو پیر پہ منوتی دینی ہے۔

شرماں: کس بات کی۔

شادو: آپڑیں سیفل بھرا کی۔'' ۶

روہی کے لوگوں کا جب کوئی کام ہو جاتا ہے تو وہ منوتی اُتارنے جاتے ہیں اور جو کام نہیں ہوا ہوتا اُس کے لیے منوتی مان لیتے ہیں۔ جنداں، صابھی، سانول اور شرماں کے درمیان ہونے والی گفتگو اُس بات کی گواہی دے رہی ہے:

''جنداں: ابا میری دھی اور پتر کی شادی کی منوتی مان لینا۔

صابھی: میرے لیے بھی منوتی مان لینا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سانول: ہا ہا سب کے لیے دُعا کروں گا۔منوتی مانوں گا۔

شرماں: پُتر آپڑیں بھین جمالاں کی منوتی بھی یادرکھنا۔'' ۷

روہی کے معاشرے کی ضعیف الاعتقادیوں، پیری فقیری، واہموں، ٹونے ٹوٹکوں پر ایمان اور نام نہاد پیر پرستی بھی اپنی تمام تر جہات کے ساتھ موجود ہے۔ اِس ڈرامے کو پڑھ کر علم ہوتا ہے کہ روہی میں پیروں کا نفوذ کس حد تک ہے۔جعلی پیر تعویذ اور دم درود سے روہی کے معصوم باسیوں سے پیسے بٹورتے ہیں۔ یہ پیر مذہب کی آڑ میں اِن لوگوں کا استحصال کرتے ہیں۔ بھاگی اور شرماں کے درمیان ہونے والی گفتگو اِن پیروں پر بھی روشنی ڈالتی ہے جو تعویذ کے عوض جانور لیتے ہیں اور روہی کے لوگوں کی سادگی کو بھی سامنے لاتے ہیں جو وہم کا شکار ہوتے ہیں اور اِن جعلی پیروں کے پاس جاتے ہیں:

''شرماں: ناں اَبا۔ اِس کے قریب نہ جانا۔ اِس میں جِن رہتے ہیں۔

بھاگی: جِن بندے کو کیا کہتے ہیں۔

شرماں: بندے کے اوپر قبضہ کر لیتے ہیں۔ بندہ اُن کی مرضی کے مطابق بولتا ہے۔ کام کرتا ہے۔

بھاگی: پھر یہ جن بندے کو چھوڑتے بھی ہیں۔

شرماں: ہا۔ پیر سائیں جنوں سے قبضہ چھڑوا دیتے ہیں، کچھ ڈھور ڈنگر دے دلا کر۔

بھاگی: تم نے دیکھے ہیں؟

شرماں: ہا کئی دفعہ جن اپنی نشانی دیتے ہیں۔ پتہ چل جاتا ہے۔

بھاگی: کہاں کہاں رہتے ہیں۔

شرماں: اُدھر جال کے درختوں پر۔ اِدھر کھوہ میں۔ جو بھی سنج بر ہو وہاں جن ہوتے ہیں۔'' ۸

روہی کے باسی دقیانوسی باتیں کرتے ہیں اور بیماریوں کا علاج کرنے کے لیے ٹونے ٹوٹکے کرتے ہیں۔ جمالاں اور شرماں کے یہ مکالمے اِس کی عکاسی کرتے ہیں:

''جمالاں: امّاں دارو ڈالنے سے آنکھیں لیپی گئی ہیں۔

شرماں: ٹھہر پانی کے چھٹے مار کے سوجھلے سے ہٹ کر آنکھیں کھول۔

جمالاں: کچھ پڑتی ہے اور بخار بھی ہے۔

شرماں: بخار تو وارے کا ہے۔ سات دِن رہے گا۔'' ۹

اِسی طرح بچے کی پیدائش پر آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے تاکہ آنکھ موٹی ہو جائے اور نظر سے بچانے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے کالا ٹکا لگایا جاتا ہے۔ شرماں اور بخشو کے یہ مکالمے دیکھیے:

''شرماں: چل نظر نہ مار۔ سرمے دانی گھِن آ۔ سرمہ اکھ میں ڈالو تو اکھ موٹی ہوتی ہے۔

بخشو: مَتھے تے کالا ٹِکا بھی لگا نظر نہ لگے۔ اِس کا سر بھی بٹھا۔'' ۱۰

روہی میں جب رشتہ طے کرتے ہیں تو اِس عورت کے بدلے جانور دیے جاتے ہیں:

''بخشو: اسے کیا پتہ ایک بازو پیچھے سو سو بکریاں اور پنجاہ پنجاہ اُٹھ دینے پڑتے ہیں۔'' ۱۱

روہی میں عورت کو شادی پر بولنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ لیکن روہی میں رتے ٹبے پر جانے کی رسم کی جاتی ہے۔ لڑکا لڑکی کو رتے ٹبے پر بھیجا جاتا ہے۔ اگر دونوں شادی پر راضی ہو جائیں تو اکٹھے واپس آتے ہیں ورنہ اپنا اپنا راستہ الگ کر لیتے ہیں۔ ''دریا'' میں روہی کے رسم و رواج اور تہذیب و ثقافت کو خوب صورتی سے بیان کیا گیا ہے۔

بقول نجیب جمال:

''اصغر ندیم سیّد نے ڈرامے کو زندگی سے اور زندگی کو ثقافت سے ہم رشتہ کر دیا ہے۔'' ۱۲

سیفل، جندوڈا، شرماں، غلامو اور شادو کے یہ مکالمے روہی کے لوگوں کی تہذیب و ثقافت کی عکاسی کرتے ہیں:

''سیفل: زنانی گنگ دام ہوتی ہے۔ اُس نے کیا بولنا ہے۔'' ۱۳

''جندوڈا: سانول کچھ نہیں ہوگا۔ سہرا لگے گا۔ تو تیاں نقارے بجیں گے۔ اٹھ جھمر ڈالیں گے۔ شادی ہوگی۔'' ۱۴

''شرماں: دیکھ میری دھی سر میل کی رسم پوری ہوگی۔ تجھے کوار بنائیں گے۔

غلامو: اڑی شرماں۔ کوئی مندری چھلا، کوئی پو یا مُر کی بھی بنائی ہے۔'' ۱۵

''شادو: رانی پٹھانی سوہریاں دی دیوانی
ویرن پرینا آندا ہے رانی پٹھانی'' ۱۶

روہی کے لوگ آسمان کی رنگت اور ریت کی شکل دیکھ کر آنے والے وقت اور حالات کا اندازہ کرتے ہیں۔ روہی میں راستے اکثر گم ہو جاتے ہیں۔ رات کو تارے دیکھ کر سمت کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ بڈھن، سانول، بخشو اور جندوڈا کے درج ذیل مکالمے دیکھیے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ راستہ بھٹکنے کی صورت میں روہی کے باسی کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''بڈھن: میں آسمان کی رنگت اور ریت کی شکل دیکھ کر بتا سکتا ہوں کیا ہونے والا ہے۔

سانول: وہ تو ہمیں بھی پتہ ہے جناور بولتے ہیں۔ پرندے بتاتے ہیں کہ آندھی آئے گی یا نہیں۔'' ۱۷

''بخشو: پُتر رستہ بھلی پڑ جاؤ تو واپس انھی پیروں پہ پیچھے آ جانا۔

سانول: بابا پتہ ہے مجھے۔

بخشو: اور رات کے تارے کا دھیان رکھنا۔

سانول: یہ بھی جانتا ہوں بابا۔

بخشو: ہوا کی سیدھ میں آواز لگانا۔کوئی نہ کوئی مدد کو آئے گا۔'' ۱۸

''سانول: ہا لگ گیا پتہ۔ یہ ڈھن والا تارہ ہے۔ یہ شام والا تارہ ہے۔ ہم نے اِدھر جانا تھا۔'' ۱۹

روہی کے لوگوں کو ضروریاتِ زندگی میسر نہیں۔کبھی پانی نہ ملنے کی وجہ سے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور کبھی علاج معالجے کی سہولت نہ ملنے کی وجہ سے دم توڑ دیتے ہیں۔بختاور کی جان اِس لیے چلی جاتی ہے کہ اُسے ہسپتال پہنچنے میں دیر ہو جاتی ہے اور راستے میں ہی اللہ کو پیاری ہو جاتی ہے۔غلامو اور جمالاں کے یہ مکالمے دیکھیے:

''غلامو: دارو تو ہے تیرے پاس شرماں۔پر تو بختاور کو نہ بچا سکی۔

جمالاں: امّاں کا کیا قصور۔وہ تو راستے میں مرگئی۔یہاں تو نہیں مری۔'' ۲۰

اصغر ندیم سیّد نے 'بھاگی' کے کردار کے ذریعے یہ دکھایا ہے کہ عورت کی اگر اولاد نہ ہو تو اُسے کیسے بانجھ ہونے کے طعنے دیے جاتے ہیں۔یہ بانجھ عورتوں کا نمائندہ کردار ہے جو بیوی ہوتے ہوئے بھی گھر میں عزت سے محروم رہتی ہے۔اِس کو ستایا جاتا ہے۔کبھی مار کر اور کبھی طعنہ دے کر اس کی تذلیل کی جاتی ہے۔ اگرچہ عورت زندگی میں رنگوں کا استعارہ ہے لیکن روہی کے معاشرتی نظام میں سب سے زیادہ عورت کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔زندگی کی ہر محرومی کا سبب عورت کو گردانا جاتا ہے۔کوئی جگہ عورت کی اپنی جگہ نہیں ہوتی صرف اُس کے دِل کے۔شاہ مرید، بھاگی کو اولاد نہ ہونے کے طعنے یوں دیتا ہے:

''شاہ مرید: تُو نے کون سے گلاب کِھلا رکھے ہیں گھر میں۔مجھے کیا پتہ تھا مَیں نے شادی کر کے ایک سُوکھے ہوئے درخت کو اپنے صحن میں لگایا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھاگی: اِس میں میرا کیا قصور۔ اولاد تو اللہ کی مرضی سے ہوتی ہے۔

شاہ مرید: اللہ کا نام نہ لے تو ہے ہی منحوس۔ جلی ہوئی لکڑی ہے تو۔ نہ دھواں دیتی ہے نہ آگ۔'' ۲۱

''دریا'' میں اصغر ندیم سیّد نے بتایا ہے کہ روہی کے لوگوں کا جو بڑے سیدھے سادے اور محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ کس طرح استحصال کیا جاتا ہے۔ اِن غریب لوگوں کی محنت کس طرح چوری کی جاتی ہے۔ 'کریم' دریا کا ایسا کردار ہے جو روہی کے لوگوں سے سستے داموں کڑھائی کرواتا ہے اور شہر میں مہنگے داموں بیچتا ہے۔ کریم، جمالاں اور شرماں کے یہ مکالمے دیکھیے جو شہریوں کی چالاکی کو ظاہر کرتے ہیں کہ وہ مخلص اور ہمدرد بن کر روہی کے لوگوں کی حق تلفی کرتے ہیں:

''جمالاں: میری تو دید اِن ٹانکوں میں اٹک گئی ہے۔

کریم: شاہری لوگ ایک ایک ٹانکے پہ سو سو بات کرتے ہیں۔ اِس سے بھی باریک ٹانکا مانگتے ہیں۔

جمالاں: شاہر والوں کے پاس اتنی مشینیں آ گئی ہیں۔ تو پھر وہ ہمارے ہاتھ کا ٹانکا کیوں پسند کرتے ہیں۔

کریم: او بی بیو سمجھو ناں۔ سارے کام مشین کرے تو آپ کے روزگار کا کیا بنے۔

شرماں: تم مرضی کا کام لیتے ہو اور پیسے۔۔۔۔۔۔

کریم: ہاہا پیسے۔ وہ پیسے بہت۔ دراصل کام ٹھنڈا جا رہا ہے۔

شرماں: کام ٹھنڈا ہے تو پھر ہر ہفتے گٹھڑ باندھ کے کیوں لاتے ہو۔

کریم: آپ سے پرانا تعلق ہے۔ اس لیے کام لاتا ہوں۔ منظور ہے تو ٹھیک ہے۔

شرماں: اچھا گر تے پیچھے دو آنے تو بڑھا دو۔'' ۲۲

ہماری سماجی زندگی میں منشیات کا زہر سرایت کر چکا ہے۔ روہی کی سماجی زندگی بھی اِس کے اثرات سے پاک نہیں۔ شرماں کے یہ مکالمہ دیکھیے جس میں بخشو کو 'ساوی کا رسیا' ظاہر کیا ہے:

''شرماں: اب کیسے کھلیں آنکھیں، ساوی جو پی لی ہے۔'' ۲۳

خواجہ فرید کی کافیوں سے خلوص و محبت اُمڈتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ روہی کی سرزمین میں بھی محبت پھیلی ہوئی ہے اور یہاں کے رہنے والے بھی اپنی دھرتی اور لوگوں سے ذہنی اور جذباتی محبت رکھتے ہیں۔ سانول کے کردار کے ذریعے روہی کی وسعتوں میں پھیلی محبت اِس کے وجود میں سرایت کر گئی ہے۔ اِس محبت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گواہی خود سانول دیتا ہے:

''سانول: عشق ہماری مٹی میں ہے۔ خواجہ سائیں کی روہی میں عشق نہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے۔'' ۲۴

سانول روہی کی سخت زندگی میں بھی اپنے تمام رشتوں سے محبت کرتا ہے۔ یہی محبت اِسے روہی کے سخت رواجوں میں بھی 'عورت' کو انسان سمجھنے اور اِس کے جذبات واحساسات کی پرواہ کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ یہی محبت اِسے بتاتی ہے کہ محبت معاف کر دینے کا اور قربانی کا نام ہے۔ روہی کے لوگ موسیقی کے نہ صرف دلدادہ ہوتے ہیں بلکہ وہ موسیقی پر دسترس بھی رکھتے ہیں۔ سانول جو کہ اپنی بیوی (بختاور) سے جو اِس دنیا میں نہیں رہی، بے پناہ محبت کرتا ہے۔ اور 'بھاگی' کے تو عشق میں گرفتار ہے۔ اِس لیے خواجہ فرید کی کافیاں اِس کے لہو میں گردش کرتی ہیں۔ خواجہ فرید کی کافی کے یہ بول:

''کی حال سناواں دِل دا ۔ کوئی محرم راز نہ مِلدا

سارا ننگ نموذ ونجائم

ہتھوں اُلٹا عالم کھِلدا ۔ کوئی محرم راز نہ مِلدا'' ۲۵

خواجہ فرید کی کافیاں ہر وقت اِس کی زبان پر رہتی ہیں۔ جنہیں کبھی وہ گنگناتا ہے اور کبھی سُروں کی زبان دیتا ہے۔ سانول کے لہو میں خواجہ فرید کی کافی کے بول گردش کرتے رہتے ہیں۔

اصغر ندیم سیّد نے یہاں کے لوگوں کی محرومیوں اور دُکھوں کو خواجہ فرید کی کافیوں کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ خواجہ فرید نے روہی اور روہی کے رہنے والوں سے عشق کیا۔ روہی کا ذکر خواجہ فرید کی کافیوں کے بغیر نامکمل ہے۔ جس طرح روہی میں محبت پھیلی ہوئی ہے اسی طرح خواجہ فرید کی کافیوں میں بھی محبت وخلوص محسوس ہوتا ہے۔ خواجہ فرید کی کافیاں روہی کے غریب اور زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے محروم لوگوں کے لیے اُمید کا پیغام ہے۔ کافی کے یہ بول:

''ہُن تھی فرید اشاد وَل ۔ موں جھاں کون نہ کر یاد وَل

جھوکاں تھیسن آباد وَل ۔ ایہا نہیںہ نہ واسہی ہک منڑیں'' ۲۶

''دریا'' میں روہی کے باسیوں کو خواجہ فرید کی کافیوں کے ذریعے یہ پیغام دیا گیا ہے کہ وقت ایک جیسا نہیں رہتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ حالات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ کیوں کہ یہ روہی جس نے صحرا کا روپ دھار لیا ہے وہاں بھی لوگوں کو پانی میسر آئے گا۔ جھوک آباد ہوں گی اور ہر طرف رونق اور چہل پہل ہوگی۔

☆☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات

۱۔ اصغر ندیم سیّد، فلیپ ''دریا''، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء
۲۔ اصغر ندیم سیّد، ''دریا''، ص ۱۱۵
۳۔ ایضاً، ص ۱۰۵
۴۔ ایضاً، ص ۱۲۹
۵۔ ایضاً، ص ۸۹
۶۔ ایضاً، ص ۷۴، ۷۵
۷۔ ایضاً، ص ۸۵
۸۔ ایضاً، ص ۵۹
۹۔ ایضاً، ص ۳۲
۱۰۔ ایضاً، ص ۱۹۴
۱۱۔ ایضاً، ص ۵۴
۱۲۔ راقم الحروف، استفسار از نجیب جمال، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور، مورخہ ۲۴ر مئی ۲۰۱۶ء
۱۳۔ اصغر ندیم سیّد، ''دریا''، ص ۶۵
۱۴۔ ایضاً، ص ۴۵
۱۵۔ ایضاً، ص ۷۱
۱۶۔ ایضاً، ص ۷۴
۱۷۔ ایضاً، ص ۱۳
۱۸۔ ایضاً، ص ۸۴
۱۹۔ ایضاً، ص ۹۴
۲۰۔ ایضاً، ص ۱۵
۲۱۔ ایضاً، ص ۱۲۱
۲۲۔ ایضاً، ص ۱۹، ۲۰
۲۳۔ ایضاً، ص ۱۴
۲۴۔ ایضاً، ص ۱۲۸
۲۵۔ ایضاً، ص ۵۱۔۵۲
۲۶۔ ایضاً، ص ۱۰۵

© rasailojaraid.com